تودہ لعلے کہ ہر گوشہ بود　　　روئے زمیں پُر زجگر گوشہ بود

(لعل جو نثار کئے گئے تھے ہر طرف پڑے تھے گویا سطح زمین رنگا رنگ لعلوں سے پُر تھی یا وہ لعل زمین کے جگر کے ٹکڑے تھے۔ کیونکہ لعل زمین کے اندر سے نکلتا ہے)

آمد آں سادہ زنخ برمن بیہوش زداب　　　بر سرِ تشنہ نگہ کن کہ چساں چہ برسید

یہاں زنخ کو چاہ سے تشبیہ دی ہے اور یہ نہایت مبتذل تشبیہ ہے مگر دوسرے مصرعہ کے مضمون نے کہ "چاہ بر سرِ تشنہ رسید" اس تشبیہ میں ایک دلآویزی پیدا کر دی ہے۔

موئے میاں در کمرِ زر شدہ　　　رشتۂ یاقوت گہر در شدہ

بسایہ بودم خفتہ کہ یار آمد و گفت　　　چہ خفتۂ؟ کہ رسید آفتاب در سایہ

غنچہ کشادہ گل لعل از پلہ[1]　　　غرق بخوں ناخنِ سیر پلہ[2]

زابروئے خم پشت کماں ساختہ　　　تیرِ مژہ نیم کشش انداختہ

اودہ میں ایک شب سلطان ناصر الدین کیقباد کی خیمہ گاہ میں آیا ہے۔ اور دونوں بادشاہ ایک ہی تخت پر جلوہ فرما ہوئے ہیں۔ اس موقع کے بیان میں

---

[1] پلہ یا پلاس۔ درخت ڈھاک ۱۲　　[2] بزم معزی کے آخر میں اس شعر پر نوٹ دیا گیا ہے ۱۲

خسرو شعرا نے بہت سی تمثیلیں نکالی ہیں جس سے طبیعت کی جولانی اور تخیل کی وسعت ظاہر ہوتی ہے ؎

ہر دو بیک تن چو دو پیکر شدند — بر فلک تخت چو مہ بر شدند
گشت بہ برجے دو قمر جلوہ گیر — گشت مزین بدو سلطاں سریر
ملک بیک تخت دو دارا نمود — دہر بیک آب دو دریا نمود
روئے زمیں فر دو جمشید یافت — چشم جہاں نور دو خورشید یافت
خاتم جم را دو نگیں دست داد — افسر کسرے بہ دو فرق اوفتاد
دبدبۂ کوس دو لشکر زدند — نوبت اقبال دو سنجر زدند
گلشن دولت بدو گل تازہ گشت — صوت دو بلبل بیک آوازہ گشت
مصقلۂ چرخ دو خنجر زدود — آئینۂ ملک دو صورت نمود
سایہ یکے کرد دو فرہماے — پایہ یکے ساخت دو لشکر گشاے
شاخ بہم سود دو سرو جواں — موج بہم داد دو آب رواں
گشت یکے باغ وفا را دو جوے — گشت یکے منبع صفا را دو روے
کشت زمیں آب دو باراں چشید — مغز جہاں بوے دو بستاں کشید

چرخ یکے شد بہ دو ماہ تمام
بزم یکے شد بہ دو دور مدام

کشتِ زمیں آبِ دو باراں چشید　　　مغزِ جہاں بوے دو بستاں کشید

چرخ یکے شد بہ دو ماہِ تمام　　　بزم یکے شد بہ دو دَورِ مدام

صوفیانہ خیالات صفتِ ساقی کے عنوان میں امیر صاحب نے ظاہرا بزمِ شاہی کے ساقی کی صفت نگاری کی ہے۔ مگر موقع ایسا دلچسپ تھا کہ بیاں مجاز کے پردے میں حقیقت کی جھلک دکھائی ہے اور بعض اشعار ایسے پر لطف ہیں کہ ادنے تامل سے اصلی ساقی (مرشد) کی یاد دلاتے ہیں۔

ساقیِ صوفی کُش و مردم فریب　　　بُردہ بیک غمزہ ز عالم شکیب

ساقی یعنی مرشد کامل صوفی کا قاتل ہے عوام الناس کو دہوکے میں ڈال رکھا ہے کہ اُس کے کمال سے ناواقف ہیں اُس کی ایک ادا نے ایک عالم کے دلوں کو بے صبر و بیتاب کر رکھا ہے

گرچہ کہ چشمش شدہ با خواب جفت　　　لیک گہے فتنۂ چشمش نہ خفت

بظاہر اُس کی آنکھ سوتی معلوم ہوتی ہے مگر اُس کی نگاہ باطن کی تاثیر کبھی معطل نہیں ہوتی ہمیشہ طالبان حق کے دلوں کا شکار کرتی رہتی ہے

عکسِ خیالِ نرگسِ مست و خراب　　　ہر ہمہ را سرمہ دہد در سراب

اُسکی بیخودانہ نظر کی تاثیر جذبۂ محبت کو اور بھی تیز کر دیتی ہے (یا اہل محبت کو خاموش بنا دیتی ہے)

ہر کہ بیک جرعۂ او سر نہد　　　بے ہشیش ہیں بیند و بر تر دہد

جو شخص ادنی فیضان مرشد کو تسلیم و رضا سے قبول کرتا ہے تو مرشد اُس کی بیخودی کا اندازہ کرکے اُس کے حال پر اور زیادہ توجہ کرتا ہے

مے دہد خوں خور داز دل تمام　　جرعۂ باقی نگذارد بجام

مرشد فیضان پہونچاتا اور مرید کے دل کو خواہشوں کے لوث سے پاک وصاف کرتا ہے
یہاں تک کہ اپنا فیضان پورا کردیتا ہے

ورنہ شود مست حریف از شراب　　رو بنماید کہ بعفت خراب

اگر طالب پر فیضان مرشد سے بیخودی طاری نہوئی تو مرشد اس کو اپنے انوار کا مشاہدہ
کراتا ہے اس مشاہدے سے وہ بیخود ہوجاتا ہے

مست درو بیند واو سوے می　　او شدہ مست از می ومستاں زوی

پھر یہ حالت ہوتی ہے کہ طالب بیخود جو کچھ دیکھتا ہے مرشد کی ذات میں دیکھتا ہے اور
مرشد فیضان غیب کا منتظر رہتا ہے غرض مرشد فیضان غیب سے مست وبیخود رہتا ہے اور طالب انوار
مرشد کے مشاہدہ سے۔

بسکہ ہمہ جور بود دور او　　ہر کہ بود خون خورد از جور او

ایسے مرشد کا دور سراسر جور ہے یعنی کثرت فیضان لیکن ایسے فیضان کا تحمل کس سے
ہوسکتا ہے ناچار طالب بظاہر خراب حال ہوجاتا ہے

از کف او دور دما دم خوش ست　　ور بمثل جورؔ[1] بود ہم خوش ست

ایسے مرشد کا فیضان بتدریج ہو تو زہے نصیب اور اگر یکایک ہو تو بھی اچھا

چوں بدہد بادہ دگوید کہ نوش　　مست بروز دگر آید بہوش

جب مرشد کامل فیضان پہونچاتا اور طالب کو نوید عطا سناتا ہے تو طالب پر ایسی بیخودی

[1] جور ستم۔ جام لبالب پلاکر پینے والے کو لٹادینا یعنی مست وبیخود کردینا ۱۲

طاری ہوتی ہے کہ قیامت ہی کے دن ہوش میں آئیگا

حکمت و اخلاق

اتسکہ را گشت بہیں دستگاہ　　از ہنرِ خویش زبردستِ شاہ

تسکرہ کو اپنے ہنر کی وجہ سے بادشاہ کے ہاتھ پر ایک بہتر جگہہ ملی

چوں ہنرِ مرغ فراواں شود　　مرغ زبردستِ سلیماں شود

وائے بر آں آدمی بے خبر　　کو کم ازاں مرغ بود در ہنر

دیگر

گشت چو قاصد بتنِ مرد خوں　　بہ کہ بہ نشتر کند از تن بروں

دیگر

دجلہ چو آمیختہ گردد بہ نیل　　ہست جدا کردنِ آں مستحیل

دیگر

تا بچمن سرو بود سایہ دار　　کس نخزد زیرِ گیا سایہ دار

دیگر

چشمۂ چاہ ارچہ کہ بالا شود　　چشمہ محال ست کہ دریا شود

دیگر

ملک بمیراث نیابد کسے　　تا نزند تیغِ دو دستی بسے

دیگر

تیغ که سهراب بر رستم کشید　　　هیچ شنیدی که ز گیتی چه دید؟

دیگر

خواست یکی خواسته لیکن نیافت　　　آنکه نمی خواست بر و خود شتافت

رفت یکی در طلب لعل سنگ　　　ریزهٔ سنگیش نیامد بچنگ

وان دگری را که غم آن نبود　　　لعل جنان یافت که در کان نبود

کوشش بیهوده ز غایت بُرون　　　کوبش آبست به هاون درون

دیگر

این همه بیداری ما خفتن ست　　　کامدن ما ز پی رفتن ست

گر بودت خوش خور و بد خو مباش　　　ور نبود رنجه مشو گو مباش

تنگ مباش از پی عیش فراخ　　　کان بری از باغ که خیزد ز شاخ

هر چه رسد بیش خور و کم مخور　　　ور نرسد هم برسد غم مخور

هر چه بجوئی و نیابی مرنج　　　زانکه بخواهش نتوان یافت گنج

دیگر

آنکه شکیبش بقناعت درست　　　قرص خور از قرص زرش بهتر ست

کان بغذا لذّتِ کامش دهد　　　وین بطمع خسّتِ نامش دهد

خطاب بنفس

ترک طمع گیر ز خود شرم دار　　　تا نشوی چون خجلان شرمسار

گرسنہ زانی کہ دریں تنگنائے — ناں ز ملک می طلبی ز خدائے
غرّہ بہ نزدیکی سلطاں مشو — بلبلِ باغی بگسں خوان مشو
ہست شہے از خرمنِ ہستی خسے — تا تو چہ باشی کہ کمی زو بسے

بادشاہ عالم موجودات میں ایسا ہے جیسے خرمن میں ایک تنکا۔ پھر تو جو اس سے بھی کم تر ہے کیا چیز ہے !!!

چند کشی پیشِ ملک دست بیش — تا ت زکوتے دہد از ملکِ خویش
تشنہ بمیر آب ز دوناں مخواہ — خوں خور و از خوانچۂ شاں ناں مخواہ
چوں ببرّیدی طمع از ناکساں — صرف مکن گوہرِ خود با خساں
گل بسپر اگاہِ ستوراں مبر — آئینہ در مجلس کوراں مبر

تخیّل تخیل شاعری کی روح ہے اس مثنوی میں جا بجا ایسے موقع پائے جاتے ہیں جہاں حضرت خسرو نے تخیّل کا طلسم باندھا ہے مثلاً

جوہری شام بسوداگری — کردہ گہر پیش کشِ مشتری

شاعر کا خیال ہے کہ وقت شام ایک جوہری ہے جس نے سوداگری کی غرض سے خریدار کے سامنے جواہرات پیش کئے ہیں یعنی شام کو تارے نکلے ہیں۔

چرخ یکے حلقۂ انگشتریں — بر سرِ یک حلقہ ہزاراں نگیں

دیگر

بسکہ صراحی جلبی گشتہ صاف — بادہ درو دیدہ شد اندر طواف

گوئی کز او صاف صفاش از برون   بادہ برون ست و صراحی درون

جلبی صراحی ایسی صاف ہی کہ اُس میں شراب گردش کرتی نظر آتی ہے اُس کی شفافی سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب باہر ہے اور صراحی اُس کے اندر

دیگر

در شکم او کف صافی گہر   از ہوس بادہ شدہ شیشہ گر

صراحی کے پیٹ میں پاک و صاف جھاگ اُٹھتے ہیں تو اُن جھاگوں کو شراب کی ایسی ہوس ہے کہ وہ شراب بھرنے کے لئے اور نئے نئے شیشے بنا رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ:۔ صراحی میں شراب ہے۔ شراب میں جھاگ ہیں۔ اور جھاگوں پر بلبلے اُٹھ رہے ہیں۔

دیگر

عکس رسن ہا کہ فرو شد بآب   بستہ بہ پہلوے نہنگاں طناب

جب کشتی کی رسیوں کا سایہ پانی میں پہونچا تو اُس سایہ نے ناکوں کو طناب میں جکڑ لیا تاکہ ہل نہ سکیں۔

طفل کہن سال و لعابش رواں   دایۂ او چرخ و لے مہرباں

آفتاب ایک کمسن بچہ ہے جس کے منہ سے رال ٹپک رہی ہے جو اپنی دایہ یعنی آسمان کی گود میں ہے مگر آسمان گو ستمگار ہے لیکن اس بچہ کے لئے دایۂ مہربان ہے۔

دیگر

با ہمہ چوں سایہ شدہ ہم نشست   یک تن و ہر جا کہ بجوئیش ہست
آفتاب ۱۲

دیگر

آہوے پوئیندہ ببالا و زیر   خانۂ خود ساختہ در کام شیر
آفتاب ۱۲   ۱۳۸۱ء؟

دیگر

گرم شود بر ہمہ بے ہیچ کیں   پس زحیا در رود اندر زمیں
آفتاب ۱۲

دیگر

کشتی عاج ست تو گوئی رواں   گشتہ دو گوشش بد و سو بادباں
گوش کہ با چشم ہمی کرد لاغ   مردۂ بود بہ پیشش چراغ
طرفہ کہ آں مردہ زآسیب بادؔ   ہیچ گزندے بچراغش ندا د

دیگر

خاک یکے بیضۂ طوطی شمار   بیضہ یکے بچۂ او صد ہزار
یعنی کرہ زمین طوطی کا انڈا ہے اس ایک انڈے سے لاکھوں بچے نکلے۔
سبزۂ نورستہ تو گوئی مگر   بچۂ طوطی ست کہ شد سبز بر
نیا اُگا ہوا سبزہ گویا اُس طوطی کا بچہ ہے جس نے نئی کلیاں نکالی ہیں۔

اسالیب بیان کی تازگی

فصلوں اور موسموں کا تغیر صبح و شام اور رات دن کا ہونا ہر جگہہ ایک نئے پیرایۓ میں بیان کیا ہے۔

آفتاب قوس میں

بیان کرنا یہ ہے کہ آفتاب برج قوس میں آگیا برسات ہو چکی سردی

کا موسم ہے اس مطلب کو یوں ادا کیا ہے۔

آسمان کے بادشاہ نے جس وقت کمان ہاتھ میں لی تو ماہ تیر نے دوڑ کر ملک کی حکومت موسم سرما کے سپرد کر دی۔

شاہِ فلک چوں بکماں دست برد تیر مہ اقلیم بسرما سپرد

شاہ فلک = کنایہ ہے آفتاب سے ۔ تیر = برسات کے ایک مہینے کا نام ہے۔ کمان = برج قوس لفظ تیر کمان سے مناسبت رکھتا ہے۔

یہ مضمون کہ اس موسم میں دن چھوٹا اور رات بڑی ہونے لگی یوں ادا کیا ہے کہ

جہان ایک بڑھیا ہے جس نے چرخہ کاتنا شروع کیا ہے اور رات کو نہایت لمبا دھاگا کات کر دیا ہے۔

زالِ جہاں چرخ زدن کرد ساز داد بشب رشتہ بغایت دراز

زال جہاں = کنایہ ہے دنیا جہان سے جسے بڑھیا مانا ہے۔

چرخ زدن = چرخہ کاتنا۔ رشتہ = ڈورا، دھاگا۔

فصل خزاں

مطلب یہ ہے کہ خزاں کا موسم آگیا۔ ہوا تیز چلنے لگی۔ پھولوں کی بہار ختم ہوگئی۔ اِس مطلب کو اِس طرح ادا کیا ہے۔

جب فصل خزاں نے چمن میں گھر بنا لیا تو بادِ رواں گلزار میں اپنا گھوڑا کدانے لگی

گلِ ریحاں جو پھولوں کا بادشاہ کہلاتا ہے اُس کو نکال دیا۔ اب چمن کے اندر اُس کی حکومت باقی نہیں رہی۔

فصلِ خزاں چون چمن خانہ ساخت　　بادِ وزاں گرد بگلزار تاخت

شاہِ سپرغم زولایت براند　　گش بچمن ہیچ ولایت نماند

گل ریحاں ۱۲　　حکومت ۱۲

فصلِ بہار

مقصود یہ ہے کہ موسم برسات آپہونچا اور ابر نمودار ہونے لگا پھول کھلنے لگے۔ اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے کہ

جب بہار کا جھنڈا بلند ہوا تو ابر نے اپنا خیمہ ستاروں پر جا لگایا پھولوں کا سکّہ تیار ہونے لگا جیسے ہمارے بادشاہ کے دام بنتے ہیں اور اس سکّہ کی تیاری معقول طور سے کی گئی۔

فصلِ بہاراں چو علم در کشید　　ابر سراپردہ بر اختر کشید

سکۂ گل چوں درمِ شہ زند　　سکّہ بصد وجہ موجّہ زند

آفتاب برج ثور میں

مطلب یہ ہے کہ جب آفتاب برجِ ثور میں آیا تو کھیتوں میں غلّہ پک گیا اِس مضمون کو یوں بیان کیا ہے۔

چون زحل رفت بہ تور آفتاب　　　پخت ہمہ دانۂ پرویں[1] ز تاب

آفتاب برج جوزا میں

جب آفتاب برج جوزا میں آیا تو لو چلنے لگی اور گرمی کی شدت ہو گئی۔ اس مضمون کو اس طرح بیان کرتے ہیں

خانہ چو خورشید بجوزا گرفت　　　رفت در آں خانہ درّں جا گرفت

باد ز جوزا[2] شد و آتش ز مہر　　　سوخت جہانے ز زمیں تا سپہر

آفتاب برج سرطاں میں

جب آفتاب برج سرطاں میں آیا تو برسات شروع ہو گئی۔ اس مطلب کو یوں ادا کیا ہے

کرد چو رہ در سرطاں آفتاب　　　چشمۂ خورشید فرو شد بآب

ابر سراپردہ ببالا کشید　　　سبزہ صفِ خویش بصحرا کشید

بیان کرنا یہ ہے کہ جنگل میں نیا سبزہ اُگا ہے جا بجا پانی بھرا ہوا ہے اس مضمون کو اس طرح ادا کیا ہے کہ

سبزہ بصحرا شدہ چوں نوخطاں　　　ملکِ جہاں گشتہ بکامِ بطاں

---

[1] پرویں ایک خوشہ ہے ستاروں کا برج ثور میں جس کو ثریا بھی کہتے ہیں ۱۲

[2] جوزا برج بادی ہے ۱۲

صبح

رات کو سورج چھپ تو گیا تھا مگر پورا چاند تھا صبح ہوئی تو سورج نکلا
یہ مضمون اس طرح سے باندھا ہے کہ

چوں دلِ شب حاملۂ مہر گشت　　بر شبِ حاملِ مہِ کامل گذشت
حاملِ یکماہہ نہ بل یکشبہ　　تا چو زرے زاد وُ دراں کوکبہ

آفتاب ۱۲

دیگر

صبح ہوئی اور تارے چھپ گئے۔ اس مضمون کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

صبح چو برزد علمِ آفتاب　　لشکرِ سیّارہ فروشد بآب

دیگر

رات گذری صبح ہونے آئی

کرد چو شب نوبتِ خود را تمام　　صبح دُہل برد بہ بالاے بام

آفتاب ۱۲

دیگر

صبح بر آوردہ چو چترِ سپید　　بست سیاہی بہ سپیدی امید

دیگر

کوسِ سحرگہ فلک آوازہ گشت　　دبدبۂ روز ز سر تازہ گشت

بلند آوازہ ۱۲

دیگر

تیغ کشید اخترِ عالم فروز   لشکرِ شب کرد ہزیمت ز روز

دیگر

زنگیِ شب کرد سپیدہ بروے   خندہ زناں شد فلک از چار سوے

دیگر

مشعلۂ صبح کہ شد نور دار   ساخت یکے شعلہ ز چندیں شرار
ستارے ۱۲

دیگر

از تفِ آں شعلہ کہ در تاب شد   سیمِ کواکب ہمہ سیماب شد

آفتاب کی روشنی و گرمی کے اثر سے تارے سیماب بن کر اُڑ گئے یعنی چھپ گئے۔

دیگر

صبح ز بس دم کہ دما دم گرفت   آتشِ خورشید بعالم گرفت

دیگر

روزِ دگر کرد چو نافِ جہاں   مشکِ شب از آہوی مشرق نہاں

دیگر

گشت چو دریاے سپہر آبگوں   داد رواں چشمۂ خور را برون

دیگر

شد کرۂ چرخ چو گنبد نماے   نعلِ مہ افگند بہ گنبد ز پاے

دیگر

روزِ دگر صبح چو ضحاک شد   مارِ سیہ در شکمِ خاک شد
خندہ زن ۱۲

صنایع بدایع صنایع بدایع عروسِ کلام کا زیور ہیں۔ اس مثنوی کے اکثر اشعار اس زیور سے آراستہ نظر آتے ہیں۔

چند اشعار متضمن صنایع یہاں نقل کیے جاتے ہیں:-

صنعت طباق یا تضاد

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ ایسے دو لفظ یکجا ذکر کریں جن کے معانی فی الجملہ ایک دوسرے سے مخالف یا ضد ہوں:-

خونِ دل گرچہ کہ بسیار برفت اندک ماند　　صبر ہرچند کہ بود اندک بسیار برفت

اندک و بسیار متضاد ہیں۔

دیگر

پا یک با زندہ برون از قیاس　　پُر دل وخالی دلِ شاں از ہراس

دیگر

مستیِ او مایۂ ہشیاریش　　خفتہ ہمہ خلق ز بیداریش

دیگر

کردن بزرگی بحقِ کمتراں　　داد سبک مایہ بقیمت گراں

دیگر

ایں ہمہ بیداریِ ما خفتن است　　کامدنِ ما نہ پئے رفتن است

بیداری و خفتن میں اور آمدن و رفتن میں تضاد ہے۔

ازپئے نامے کہ مبادش امید | نامہ سیہ کردی و دیدہ سپید

دیدہ سپید کردن سے مُراد یہاں نابینائی ہے۔ مگر حقیقی معنے کے لحاظ سے سیاہ و سپید میں تضاد ہے۔

دیگر

گرمی دل نیست چو حاصل مرا | سرد شد از آبِ سخن دل مرا

نوکنم اندازِ رسمِ کہن | پس روی پیش روانِ سخن

نو کہن پس رو و پیش رو۔ میں تضاد ہے۔

ملکِ جہاں پختہ بمن شد تمام | کے دہم از دست سودای خام؟

پختہ ضد خام۔

دیگر

بستۂ تست ایں دلم با دگرانش مبند | کاش! کہ با دیگراں دل نکشاید مرا

یہاں بست و کشا دمیں تضاد ہے۔

دیگر

تیز چو شد خنجرِ آں گرم خو | پشت نہ دیدہ کس از ہیچ رو

یہاں رو کے معنے وجہ و طور کے ہیں۔ مگر اصلی معنے کے لحاظ سے پشت و رو میں تضاد ہے۔

دیگر

نشستہ سبزہ زیں سو دریبِ گل | ستادہ سرو زاں سو جانبِ راست

دیگر

گرم شدہ از مددِ جامہ مرد | مردمِ بے جامہ بجاں گشتہ سرد

دیگر

گوش کن ایں گفت و مکن گفتِ کس | بشنو و مشنو۔ سخن این ست و بس

ارصاد

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہی کہ شعر میں ایک لفظ لائیں جس سے یہ معلوم ہو کہ مصرعہ ثانی کے آخر میں فلاں لفظ ہوگا۔ اور یہ جب ہی ہو سکتا ہی کہ شعر کے قافیہ کا حرفِ رویٰ[1] معلوم ہو۔

شقہ دیبا بہ زیبا شدہ   سیم براں صورتِ دیبا شدہ

پہلے مصرعہ میں لفظ "دیبا" اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ دوسرے مصرعہ کا قافیہ یہی لفظ ہوگا۔ کیونکہ پہلا قافیہ "زیبا" معلوم ہی۔

سروِ پیادہ۔ خوش بود اندر چمن ولیک   آں سروِ من پیادہ خوش ست سوار خوش

اس غزل کے قافیے ہم کو معلوم ہیں کہ "زار" "بہار" وغیرہ ہیں پس لفظ "پیادہ" اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ اس شعر کا قافیہ "سوار" ہوگا۔

موے بوگیسوے او مشکِ خشک   فرق نہ بودن سرِ موئے زمشک

دیگر

آئینہ صورتش از سینہ رفت   صورتِ او راک ز آئینہ رفت

دیگر

باغ خراب از قدمِ بومِ شوم   جُغدِ قدم شوم شدہ بارِ بوم

---

[1] حرف روی وہ ہی جس پر قافیہ کی بنیاد ہوتی ہی ۱۲

عکس و تبدیل

اُسے کہتے ہیں کہ کلام میں کسی چیز کو دوسری پر مقدّم کریں۔ پھر مُقدّم کو مُوخّر بنائیں اور مؤخر کو مقدّم۔

خوابِ من از دیدۂ من آب برد   آبِ من این دیدۂ بی خواب بُرد

مصرعۂ اولیٰ میں خواب مقدّم ہے آب پر۔ مصرعۂ ثانی میں اُس کا عکس ہے۔

چرخ نداند در و دیوار کس   تکیہ بدیوار و درش کردہ بس

دیگر

مردم یک خانہ و صد خرمی   خانۂ یک مردم و صد مردمی

دیگر

چترِ شہ آن ست کہ شد چرخِ ماہ   چرخِ مہ این ست کہ شد چترِ شاہ

چترِ شاہ اور چرخِ ماہ کی ترتیب دوسرے مصرعہ میں بدل دی ہے۔ علاوہ اس کے یہاں صنعت ردّ العجز علی الصدر بھی ہے یعنی جو لفظ مصرعہ اوّل کے شروع میں تھا وہی مصرعۂ ثانی کے آخر میں آیا ہے۔

ور قلم از سحر زبان برکشم   سحر زبان را القلم درکشم

دیگر

آمد بہار و شد چمن و لالہ زار خوش   وقتے ست خوش بہار کہ وقتِ بہار خوش

دیگر

آب فرو ماند چو کوہ از شہاب — کوہ در آمد تبزلزل چو آب

دیگر

چشمِ پدر بہرِ جگر گوشہ تر — گوشہ ہر چشم شدہ پرجگر

حُسنِ تعلیل

اِس صنعت کا طریق یہ ہے کہ کسی وصف کے لیے کسی شے کو علت قرار دیں مگر وہ شے حقیقت میں اُس وصف کی علت نہو۔ گویا یہ صنعت ایک تخیّل ہے جس سے طبیعت محظوظ ہوتی ہے۔

چنانچہ گھوڑوں کی تیزروی کی صفت کرتے ہیں:۔

از تگِ شاں کاں رہِ صرصر زدہ — باد بدیوار ہے سر زدہ

گھوڑوں کی دوڑ سے جس نے آندھی کو بھی مات کردیا ہے ہوا نے اکثر دیوار سے سر پٹکا ہے۔ یہ امر تو ثابت ہے کہ ہوا دیوار سے ٹکراتی ہے مگر شاعر خیال کرتا ہے کہ ہوا کا دیوار سے سر پھوڑنا اس رشک و حسد سے ہے کہ وہ ان گھوڑوں کی تیزروی کا مقابلہ نکرسکی

شدتِ سرما اور آتش کی صفت میں فرماتے ہیں۔

آتش از انجا کہ بدل جاے کرد — دُود بر آمد ز نفس ہاے سرد

یہ بات تو ظاہر ہے کہ موسمِ سرما میں سانس کے ساتھ بھاپ نکلتی ہے جو دھوئیں سے مشابہ ہے۔ مگر شاعر خیال کرتا ہے کہ یہ دھواں اس سبب سے نکلتا ہے کہ آج کل دلوں میں آگ نے جگہ کر لی ہے۔

گرمی کی شدّت کے بیان میں کہتے ہیں کہ:-

جانب سایہ شدہ مردم رواں		سایہ بدنبالۂ مردم دواں

آدمی سایہ کی طرف کو جاتے ہیں اور سایہ آدمیوں کے پیچھے دوڑتا ہے۔
یہ تو ثابت ہے کہ آدمی کا سایہ اُس کے ساتھ ساتھ دوڑا کرتا ہے مگر شاعر کا خیال ہے کہ سایہ کا دوڑنا اِس وجہ سے ہے کہ وہ بھی آدمیوں کی طرح دھوپ سے بچنا چاہتا ہے۔

ابرو باراں کے بیان میں فرماتے ہیں:-

پردہ نشیں گشت فلک سو بسوے		باہمہ زالی شدہ پوشیدہ روے

یہ امر ثابت ہے کہ ابر میں آسمان چھپ جاتا ہے۔ مگر شاعر کا خیال ہے کہ آسمان نے شرم کے سبب سے مُنھ چھپالیا ہے۔ مگر تعجب یہ ہے کہ باوجود پیرزال ہونے کے اتنا پردہ کرتا ہے۔

گُل ز کرم زر دہد آں را کہ جُست		در پئے خود جامہ نسازد درست

گُل کے زیرہ کو زرِ گُل کہتے ہیں۔ شاعر خیال کرتا ہے کہ یہ زربخشی گل کی طرف سے ازراہِ کرم ہے۔ مگر خود پھٹے کپڑے پہنتا ہے۔ اور پھٹے کپڑے پہننا گنا یہ ہے اُس کے کھلنے سے۔

از رُخِ شہ رنگ حیے دریوزہ کرد		پشت بہ تہ بہ فیروزہ کرد

مدحِ چترِ شاہ میں کہتے ہیں کہ اُس نے رنگ بادشاہ کے رُخ سے بھیک مانگ کر لیا ہے

لہذا اُس کو ایسا استغنا حاصل ہو گیا ہے کہ آسمانوں کی طرف پشت کر رکھی ہے۔

یہ امر ثابت ہے کہ چتر کی پشت آسمان کی طرف ہوتی ہے اور پشت کسی کی طرف ہونا بے پروائی کی علامت ہے۔ مگر شاعر خیال کرتا ہے کہ یہ بے پروائی اس وجہ سے ہے کہ اُس نے بادشاہ سے فیض حاصل کر لیا ہے۔

پیشِ درازش مِ سپہرِ کبود — نیمۂ کاسل بزمیں شد فرود

دیگر

پشتِ بنفشہ بہ سمن زارہا — گوژ شد از چیدنِ دینارہا

ادماج

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ ایک کلام سے دو معنی حاصل ہوتے ہوں اور دوسرے کی کچھ تصریح نہ کی ہو۔

لالہ چو از کوہ برفت آں شکوہ — کبک ببُرید دل از تیغِ کوہ

موسمِ خزاں میں لالہ کی بہار پہاڑ پر ختم ہو چکی ہے اس لیے کبک نے بھی پہاڑ کی چوٹی سے دل اُچاٹ کر لیا ہے۔

دوسرے مصرعہ کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ لالہ کے فراق میں کبک نے تیغ کوہ سے خودکشی کر لی ہے۔

نشستنِ او باہمہ دانندگاں — رفتنِ او جانبِ خوانندگاں

دوات کی تعریف کرتے ہیں کہ وہ داناؤں کے پاس بیٹھتی ہے اور لکھے پڑھے لوگوں

کے پاس جاتی ہے۔ یا یہ کہ جو اُس کو جانتے ہیں اُن کے پاس پہنچتی ہے اور جو بُلاتی ہیں اُن کی طرف چلی جاتی ہے۔ علیٰ ہذا

شاخ بہر بارے گہے گرد راہ　　　جائے گہہ باز شدہ بارگاہ

رجوع

صنعت رجوع یہ ہے کہ کلام اول کو باطل کر کے دوسرے کلام کی طرف کسی فائدہ کی غرض سے مصروف ہوں۔

سلطان کیقباد کی مدح میں فرماتے ہیں۔

افسر خورشید بشاہی توئی　　　نے غلطم ظلِ الٰہی توئی

یہاں رجوع کا مقصد مدح میں ترقی ہے۔

ایہام

صنعت ایہام کا طریق یہ ہے کہ کلام میں ایک لفظ ذکر کریں جس کے دو معنے ہوں ایک قریب اور ایک بعید۔

معنی قریب وہ ہے جو اُس مقام کے مناسب ہو اور معنی بعید وہ ہے جو اُس مقام سے مناسبت نہ رکھتا ہو مگر کہنے والے کا مقصود معنی بعید ہو۔ مثلاً

ع۔ آئینہ دستانہ برابر شدہ

یہاں لفظ شانہ کے معنی ہیں (۱) کنگھا اور یہی معنی قریب ہیں اور آئینہ کی مناسبت سے اول اسی معنی کا وہم ہوتا ہے (۲) دوسرے معنی استخوانِ بازو ہیں جو

اس موقع پر تامل سے سمجھ میں آتے ہیں۔ اس لیے یہ معنی بعید ہیں۔ مگر مرادِ قائل یہی معنی بعید ہیں۔ تو اس کو ایہام کہینگے۔ ایہام کے معنے ہیں "وہم میں ڈالنا"

ایہام کی تعریف اس طرح بھی کی گئی ہے کہ "کلام میں ایسا لفظ لائیں جس کے دو معنے ہوں اور اس محل پر دونوں معنوں کا اطلاق صحیح ہو"

یہ دوسری صورت ایہام کی پہلی صورت سے زیادہ پُرلطف اور پسندیدہ ہے

اب ہم اس مثنوی کے چند اشعار متضمن ایہام یہاں نقل کرتے ہیں:۔

روم بگیرد بگہ کارزار　　تیغ وے۔ از زنگ نگیرد ز عار

لفظ زنگ کے دو معنے ہیں۔ نام ملک اور لوہے کا میل۔ اس موقع پر دونو معنے درست ہیں یعنی ممدوح کی تلوار جنگ کے وقت ملکِ روم کو تو فتح کرتی ہے اور عار کے سبب سے ملکِ زنگ کو کہ ایک حقیر ملک ہے نہیں لیتی۔

دوسرے معنے بھی صحیح ہیں یعنی عار کے سبب سے وہ تلوار زنگ کو قبول نہیں کرتی۔ بلکہ ہمیشہ صاف شفاف رہتی ہے۔

درکشش تیر چو شد سخت کوش　　زہ۔ زکمانِ خود شش آید بگوش

لفظ زہ کے دو معنے ہیں (۱) چلّۂ کمان (۲) کلمۂ تحسین و آفریں یہاں دونو معنے درست ہیں۔ یعنی

(۱) جب اُس نے تیر کو زور سے کھینچا تو کمان کی زہ کان کے پاس آ لگی۔

دوسرے یہ کہ:-

(۲) جب اُس نے تیر کو زور سے کھینچا تو اُس کو اپنی کمان سے واہ! واہ! کی آواز سنائی دی۔

ناوک و پیکانش بغیائے جنگ   ایں زخطا دور شد آں نز زنگ

یغما ایک شہر ہے ترکستان میں۔ اور خطا و زنگ ملک ہیں۔ یہ معنے قریب ہیں۔ مگر مراد قائل دوسرے معنے ہیں۔ یعنی

یغما لوٹ۔ خطا قصور۔ زنگ لوہے کا میل۔

ایہام کے علاوہ اس شعر میں صنعتِ لف و نشر بھی ہے۔ یعنی ناوک بے خطا ہے اور پیکان بے زنگ۔

گرد رہش کاں بہ بصر شد دلیل   سُرمۂ ہر چشم شدہ چند میل

مصرعۂ دوم میں سُرمہ اور چشم کی مناسبت سے لفظ میل کے معنے قریب (سلائی) ہیں۔ مگر یہاں مراد دوسرے معنے ہیں یعنی مقدار مسافت)

صورتِ آں تختِ گہِ بے بہا   عین چو ابرو شدہ بر چشمہا

لفظ عین کے کئی معنے ہیں (۱) آنکھ (جو ابرو کے مناسب ہے) (۲) اصل و ذات (۳) چشمہ۔ یہاں دوسرے معنے مُراد ہیں۔

بادشاہ کی کشتی جو تخت گاہِ بے بہا تھی بعینہٖ ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے آنکھوں پر ابرو۔ یا چشمہا جمع چشمہ۔ یعنی کشتی چشموں کے اوپر مثل ابرو معلوم ہوتی تھی۔

یہ دوسرا ایہام ہے:-

پیل طلب کرد شہِ پیل زور   تا ادرد آں سبے نمکاں را بہ شور

لفظ شور کے معنے ہیں (۱) کھاری جو نمک سے مناسبت رکھتا ہے (۲) غل

یہاں دوسرے معنے مُراد ہیں۔ بے نمکاں بدصورت آدمی۔

مطلب یہ ہے کہ بادشاہ نے ہاتھی منگایا تاکہ اُن بدصورت لوگوں پر حملہ آور

ہو اور وہ ڈر کر شور و غل مچائیں۔

ہمچو کماں پرخم و تیر از میاں   تیر ستادہ ست و کمانش رواں

یہاں تیر کے معنے ہیں کشتی کا مستول۔ اور تیر آلہ معروف بھی ہے جو کمان

سے مناسبت رکھتا ہے۔ یعنی کشتی مثل کمان تھی۔ اور مستول بیچ میں گویا تیر کھڑا تھا

اور کمان چل رہی تھی۔

مُسلمانان بگہداریدِ بیچارہ دلِ خود را   کہ تیر اندازِ من مست و کیشِ کافری دارد

لفظ کیش کے دو معنے ہیں (۱) تیردان۔ ترکش (۲) مذہب۔ یہاں معنے

دوم مُراد ہیں جو بعید ہیں۔

طفلِ شگوفہ برہ اُفتاد و مُرد   شاخ بدید و بعنادِل سپرد

لفظ عنادل کے دو معنے ہو سکتے ہیں۔ ایک تو جمع عندلیب دُوم عنا

بمعنے رنج اور دل بمعنے معروف۔ اور یہاں دونوں معنے صحیح ہیں۔ یعنی شاخ

نے جب شگوفہ کو مُردہ دیکھا تو عندلیبوں کے سپرد کر دیا۔